ساتھ بنگالی ہندو بھی شامل ہیں جن کی تعداد آٹھ ملین اور دس ملین کے درمیان ہے (تازہ مردم شماری ابھی نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا تازہ تعداد صحیح طور پر معلوم نہیں ہے)، ہندوؤں اور بنگالی نیشنلسٹ اور سوشلسٹ مسلمانوں نے تمام اُن مسلمانوں کو جو اُردو بولتے تھے خواہ وہ مغربی پاکستان کے رہنے والے ہوں یا وہ لاکھوں مہاجرین ہوں جو تقسیم کے بعد ہندوستان کے مظالم سے بھاگ کر مشرقی پاکستان میں آباد ہو گئے تھے، اپنا دشمن قرار دیا اور ان کے خلاف بہت بڑے پیمانے پر نفرت کا زہر پھیلایا۔ تقسیمِ ہند کے تھوڑی مدت بعد ہی سے اب تک یہ نفرت انگیزی کا سلسلہ برابر جاری رہا ہے اور اس سے پہلے کئی مرتبہ اس کی بدولت کشت و خون برپا ہو چکا ہے۔ انتخابات میں اس گروہ کو جو کامیابی ہوئی اس سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ مشرقی پاکستان کے عام مسلمان ان کے ساتھ تھے۔ اس کامیابی کے اسباب پر میں آگے بحث کروں گا جس سے آپ معاملے کی حقیقی صورت سے آگاہ ہو جائیں گے۔

۲۔ ایوب خان کے آخری دَور میں یہ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ ایک طرف ہندوستان اور دوسری طرف امریکہ اور برطانیہ اس بات پر تُلے ہوئے ہیں کہ کسی طرح انہیں پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا موقع ہاتھ آجائے۔ ہندوستان کے ہندو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت و عداوت میں یہودیوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں اور پاکستان کا وجود ان کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹک رہا ہے۔ امریکہ کے متعلق سب کو معلوم ہے کہ اس پر یہودی بری طرح سوار ہیں اور یہودیوں کو پاکستان کے خلاف یہ غصہ ہے کہ وہ اسرائیل کے مقابلے میں اوّل روز سے عربوں کی زبردست حمایت کرتا رہا ہے۔ عربوں کی ایسی حمایت دنیا کے کسی غیر عرب مسلمان ملک کی طرف سے آج تک نہیں کی گئی۔ اس وجہ سے عالمی یہودیت نے اپنے تمام وسائل پاکستان کی طاقت توڑنے پر صرف کر دیے۔ برطانیہ کے متعلق بھی سب کو معلوم ہے کہ اسلام اور اہلِ اسلام کی دشمنی کبھی انگریز کے دل سے نہیں نکلی۔ پاکستان کو بدرجۂ مجبوری اُس نے قائم کرنا قبول کیا تھا لیکن جتنا وہ اُسے کمزور کر کے قائم کر سکتا تھا اُس نے اُسے کمزور کیا۔ اور کشمیر کا جھگڑا مستقل طور پر چھوڑ گیا۔ اس کے بعد آج تک انگریزوں کا رویّہ کبھی پاکستان کے بارے میں ہمدردانہ نہیں رہا ہے۔

۳۔ جب ایوب خان کا دَور ختم ہوا اور نیا دَور شروع ہوا اور یحییٰ خان صاحب نے ملک کی باگ ڈور ہاتھ میں لی تو بین الاقوامی سازش کے عناصر کی یہ کوششیں بھی منظرِ عام پر آگئیں کہ پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے

کیے جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے بہت بڑے پیمانے پر قومی عصبیت پھیلا کر پاکستان کی آبادی میں تفرقہ برپا کرنے کی کوشش کی جس کا سب سے بڑا ہدف مشرقی پاکستان تھا۔ روس ان لوگوں کی پیٹھ ٹھونک رہا تھا

۴۔ انتخابات کے زمانے میں ان بیرونی عناصر نے جن میں ہنود اور یہود اور امریکہ تینوں شامل تھے بڑے پیمانے پر پاکستان میں دو ایسی پارٹیوں کو مالی مدد بہم پہنچائی جو صرف علاقائی پارٹیاں تھیں ایک شیخ مجیب الرحمٰن کی پارٹی جس کا کوئی اثر مغربی پاکستان میں نہیں تھا، اور دوسری مسٹر بھٹو کی پارٹی جس کا کوئی اثر مشرقی پاکستان میں نہیں تھا۔ ان کے پیش نظر یہ تھا کہ یہ علاقائی پارٹیاں اگر کامیاب ہو جائیں تو پاکستان کے دو ٹکڑے آپ سے آپ ہو جائیں گے۔ مشرقی پاکستان میں ہندوؤں کی تعداد (جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں) ۸۰ لاکھ اور ایک کروڑ کے درمیان ہے۔ انہوں نے اپنی پوری طاقت شیخ مجیب کے پلڑے میں ڈال دی۔ اور چونکہ انتخاب مخلوط تھا اس لیے اس ہندو آبادی کا اپنی پوری طاقت ایک پارٹی کی طرف لگا دینا انتخابات پر زبردست اثر ڈال سکتا تھا اور فی الواقع اس نے اثر ڈالا حتیٰ کہ اگر کوئی ہندو کسی جگہ انتخابات میں کھڑا ہو بھی گیا تو ہندوؤں نے اسے نہیں بلکہ مجیب ہی کے امیدوار کو ووٹ دیئے۔

مغربی پاکستان میں قادیانیوں نے اپنا پورا زور جس میں ان کے مالی وسائل بھی شامل ہیں اور حکومت کے نظام میں ان کے وسیع اثرات بھی مسٹر بھٹو کی مدد پر لگا دیا۔ مغربی پاکستان کے قادیانی اول تو اس بات کے قائل ہیں کہ اسلامی حکومت ان کے لیے سخت نقصان دہ ہے اور غیر اسلامی حکومت خواہ اشتراکی ہی کیوں نہ ہو ان کے مفاد کے لیے موزوں ترین ہے۔ دوسرے چونکہ مشرقی پاکستان قادیانیت سے محفوظ ہے اور ان کا سارا زور مغربی پاکستان میں ہے اس لیے ان کی بھی یہ خواہش تھی کہ مشرقی پاکستان کسی طرح الگ ہو جائے تاکہ بھٹو صاحب کی مدد سے مغربی پاکستان کو بالآخر ایک قادیانی ریاست بنانے میں کامیاب ہو جائیں۔

۵۔ انتخابی جدوجہد کے زمانے میں مشرق میں شیخ مجیب کی پارٹی اور مغرب میں مسٹر بھٹو کی پارٹی آغاز انتخاب سے روز انتخاب تک مسلسل غنڈہ گردی کر کے زبردستی انتخاب جیتنے کی کوشش کرتی رہی۔ اس طرح بے تحاشا مالی وسائل اور غنڈہ گردی کے علاوہ جو سرکاری ملازم اس طرف شیخ مجیب کے حامی اور اس طرف مسٹر بھٹو کے حامی تھے انکے اثرات کے ذریعہ انتخابات کا نتیجہ وہی برآمد ہوا جو پاکستان کے دشمن چاہتے تھے۔ یعنی یہ کہ مشرقی پاکستان میں ایک علاقائی پارٹی اور مغربی پاکستان میں دوسری علاقائی پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گئی۔

۶- انتخابات کے بعد جو حالات پیش آئے اُن کا خلاصہ یہ ہے :

شیخ مجیب نے اپنے ۶ نکات پر مسلسل زور دینا شروع کر دیا جن کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے :

۱- ملک کا نظام ۱۹۴۰ء کی قراردادِ لاہور پر مبنی ہو (اس قرارداد میں ابتدائی طور پر پاکستان کا تصور ایک ریاست کا نہیں بلکہ دو ریاستوں کا پیش کیا گیا تھا۔)

۲- وفاقی حکومت کے ذمہ صرف دو امور ہوں۔ دفاع اور تعلقاتِ خارجہ۔ باقی تمام امور صوبوں کے سپرد کیے جائیں۔

۳- جہاں تک نظامِ زر کا تعلق ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجۂ ذیل دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کر لی جائے (الف) ملک میں دو کرنسیاں ہوں جو بغیر کسی مزاحمت یا روک کے آسانی سے باہم تبدیل ہو سکیں یا (ب) ملک میں ایک ہی کرنسی یا نظامِ زر ہو۔ لیکن اس صورت میں مؤثر آئینی دفعات موجود ہونی چاہییں کہ سرمایہ مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان منتقل نہ ہونے پائے۔ مشرقی پاکستان کے لیے جداگانہ مالی اور مالیاتی پالیسی رکھی جائے۔

۴ ——— وفاق میں شامل ہونے والی ریاستوں کو ہی کلی اختیار رہوں گے کہ وہ ہر قسم کے محاصل عائد کریں۔ وفاقی حکومت کو کسی قسم کا محصول لگانے کا کوئی حق نہیں ہوگا

۵ ——— وفاق میں ہر شامل ہونے والی ریاست اپنی بیرونی تجارت کا الگ حساب رکھے گی۔ خود اپنے تجارتی نمائندے بیرونی ممالک میں متعین کرے گی۔ اور تجارتی معاہدے کرنے میں آزاد ہوگی نیز جو بیرونی زرِ مبادلہ یہ ریاستیں کمائیں گی یہ ان کے قبضہ میں رہے گا۔

۶ ——— ریاستوں کو یہ حق حاصل ہونا چاہیے کہ وہ اپنے ہاں الگ فوج یا علاقائی عساکر رکھ سکیں۔

اِن نکات پر ایک نگاہ ڈالنے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ پاکستان کو کئی آزاد اور خود مختار ریاستوں میں تقسیم کر دینے کا منصوبہ تھا۔ شیخ مجیب نے دو مرتبہ جلسہ ہائے عام میں اپنی پارٹی کے منتخب شدہ ارکان سے حلف لیا کہ وہ ان نکات سے ایک انچ نہیں ہٹیں گے۔ اور اس کے ساتھ عوام کو تلقین کی کہ اگر یہ لوگ اِن نکات سے ہٹیں تو انہیں زندہ دفن کر دیا جائے۔

بھٹو صاحب نے مجیب صاحب سے مل کر یہ طے کرنا چاہا کہ دونوں آپس میں مل کر اقتدار بانٹ

ہیں۔ لیکن ان کے درمیان سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ شیخ مجیب یہ چاہتے تھے کہ جلدی سے جلدی اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے تاکہ وہ اس کے اندر اپنی جماعت کی اکثریت کے بل پر ۶ نکات پر مبنی دستور بنوا لیں۔ اس کے جواب میں مسٹر بھٹو کی کوشش یہ تھی کہ جب تک اقتدار بانٹنے کے لیے ان سے سمجھوتہ نہ ہو جائے اسمبلی کا اجلاس نہ ہونے دیا جائے۔

اس کشمکش کے دوران میں ۳ مارچ کی تاریخ اسمبلی کے اجلاس کے لیے مقرر کر دی گئی مگر مسٹر بھٹو نے ۲۸ فروری کو لاہور کے ایک جلسۂ عام میں صاف صاف اعلان کیا کہ اسمبلی کا جو ممبر میری پارٹی سے تعلق رکھتا ہے وہ اگر اجلاس میں شریک ہونے کے لیے ڈھاکہ جائے گا تو اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی اور دوسری پارٹیوں کے ممبر اگر جائیں تو واپسی کا ٹکٹ لے کر جائیں۔ ان حالات میں صدر یحییٰ کو اجلاس ملتوی کرنا پڑا۔

اجلاس کے التوا کا اعلان یکم مارچ کو ہوا اور اس کے بعد فوراً ہی مشرقی پاکستان میں بغاوت برپا کر دی گئی۔ اس بغاوت میں شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کی پارٹی نے عملاً سول حکومت پر قبضہ کر لیا۔ عدالتیں اُن کے حکم سے بند ہو گئیں۔ سرکاری دفاتر بند ہو گئے۔ پولیس اور دوسرے بنگالی سرکاری ملازمین اُن کی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ پاکستان کا جھنڈا نذرِ آتش کیا گیا۔ پاکستان کے قومی ترانہ کو چھوڑ کر ٹیگور کی ایک نظم کو قومی ترانہ قرار دیا گیا[1]۔ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش کا نام دے کر بنگلہ دیش کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ غیر بنگالی مسلمانوں کی دکانیں لوٹی گئیں۔ ہزارہا مسلمانوں کی جان و مال اور آبرو پر حملے کیے گئے۔ عورتوں کو بےحرمت کیا گیا۔ بچوں کو قتل کیا گیا۔ انسانوں کو زندہ جلا دینے کے واقعات بھی بکثرت رونما ہوئے۔ ان مظلومین کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ بنگالی نہیں ہیں اور بنگلہ کے بجائے اردو بولتے ہیں جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں ان مظلوموں میں صرف مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے مسلمان ہی نہ تھے بلکہ وہ لاکھوں دوسرے مسلمان بھی تھے جو تقسیمِ ملک کے وقت ہندوستان سے ہجرت کر کے مشرقی پاکستان میں آباد ہو گئے تھے۔ اور ان کا کوئی گھر

---

[1] یہ ٹیگور کی وہ نظم تھی جو ۱۹۰۵ء میں مشرقی اور مغربی بنگال کی تقسیم کو روکنے اور بنگال کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس نظم کو قومی ترانہ قرار دینا اس بات کا ثبوت تھا کہ شیخ مجیب کی پارٹی پر ہندو ذہنیت پوری طرح سوار ہو چکی تھی۔

مشرقی پاکستان کے سوا نہ تھا ستم یہ ہے کہ ان غیر بنگالی مسلمانوں کو قتل کرنے اور ان کی عورتوں کو بے آبرو کرنے اور ان کے مال لوٹنے میں بنگالی نیشنلسٹ اور سوشلسٹ مسلمانوں کے دوش بدوش ہندو بھی شریک تھے۔ شاید ہی کہیں دنیا میں ایسی صورت پیش آئی ہو کہ کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں نے مسلمانوں کو مارا ہو اور ان کی عورتوں کی بےحرمتی کی ہو لیکن بنگالی نیشنلسٹ اور سوشلسٹ لوگوں نے جن کے نام مسلمانوں کے سے تھے یہ کارنامہ بھی انجام دے دیا۔ یہ سوال میں ہر اُس شخص سے کروں گا جو اسلام کی کچھ بھی حمیت اپنے اندر رکھتا ہو کہ کیا ایسے مسلمان بھی مسلمانوں میں شمار ہونے کے قابل ہیں؟ اور اس طرح کے ظالم مسلمانوں کو اگر سزا دی جائے تو کس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اس پر وہ اسلام کی دہائی دے اور کہے کہ مسلمانوں کو مارا جا رہا ہے؟

۷۔ صدر یحییٰ خان نے ۱۵ مارچ سے لے کر ۲۵ مارچ تک انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح شیخ مجیب کے ساتھ ان کا کوئی ایسا سمجھوتہ ہو جائے جس سے پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچ سکے لیکن وہ شخص کسی بات پر راضی نہ ہوا۔ اور صدر یحییٰ خان کے زمانہ قیام ڈھاکہ ہی میں فوج کی علانیہ تذلیل کی گئی، اُس کی نقل و حرکت میں رکاوٹیں پیدا کی گئیں، اس کی رسد بند کر دی گئی۔ وہ اگر کسی علاقہ سے گزرتی تو اس پر گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی۔ حتیٰ کہ صدر یحییٰ کو گرفتار کر لینے تک کا پروگرام بنایا گیا۔

۸۔ یہاں تک نوبت پہنچنے کے بعد آخر کار ۲۵ اور ۲۶ مارچ کی درمیانی شب کو فوج نے اس وقت کارروائی شروع کی جب یہ اندیشہ پیدا ہو چکا تھا کہ اگر وہ پیش قدمی نہیں کرتی تو بنگالی نیشنلسٹ پیش قدمی کر جائیں گے اور "بنگلہ دیش" کی آزادی کا اعلان کر دیں گے۔ بنگلہ دیش کی آزادی کا اعلان اگر ہو جاتا تو ہندوستان فوراً اسے تسلیم کر لیتا۔ شیخ مجیب الرحمٰن بلاتاخیر بھارت سے فوجی مدد مانگ لیتے اور ہندوستان اس بہانے سے اپنی فوج اُسی طرح مشرقی پاکستان میں داخل کر دیتا جس طرح اُس نے کشمیر میں داخل کی تھی۔

۹۔ اس صورتِ حال میں کون شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ فوج نے جو کارروائی کی وہ ناروا تھی؟ کیا دنیا کا کوئی ملک اس کے لیے تیار ہے کہ اس کا کوئی حصہ کسی دوسرے ملک کی مدد سے الگ ہونے کی کوشش کرے اور وہ تماشائی بن کر اسے الگ ہو جانے دے۔ انیسویں صدی میں دنیا کے دو بڑے جمہوری ملکوں میں علیحدگی کی تحریک اٹھی تھی جسے پورے زور کے ساتھ دبا دیا گیا تھا۔ ایک ۱۸۴۷ء میں جبکہ سوئٹزرلینڈ کی سات رومن کیتھولک ریاستوں نے کانفیڈریسی سے علیحدگی کا فیصلہ کیا اور باقی ریاستوں نے مل کر ان کے خلاف جنگ کی اور انہیں واپس کانفیڈریسی میں آنے پر مجبور کیا۔ دوسری ۱۸۶۰ء میں جبکہ امریکہ میں جنوبی

ریاستوں نے علیحدگی کا فیصلہ کیا تھا۔ ان کے خلاف جنگ کر کے سخت خونریزی کے بعد انہیں مجبور کیا گیا کہ وہ ریاست ہائے متحدہ میں واپس آئیں۔ زمانۂ حال ہی میں جب کانگو کی ریاست سے کٹنگا کی علیحدگی کی تحریک اٹھی تو کانگو کی مدد کے لیے اقوامِ متحدہ کی ۲۰ ہزار فوج اسے دبانے کے لیے ۱۹۶۰ء میں بھیجی گئی۔ تازہ مثال نائیجیریا کی موجود ہے۔ تمام ممالک نے نائیجیریا کے اس حق کو تسلیم کیا کہ وہ بیافرا کی علیحدگی کے خلاف ہتھیار استعمال کرے۔ اگرچہ سارا مغربی پریس اور پوپ کے تمام اثرات بیافرا کی حمایت میں صرف ہوتے رہے لیکن قانونی طور پر کسی ملک کو یہ کہنے کی ہمت نہیں تھی کہ نائیجیریا کو اپنے ایک حصے کی مسلح علیحدگی پسندانہ کوشش کو قبول کر لینا چاہیے اور اس کے خلاف ہتھیار استعمال نہیں کرنے چاہییں۔ کینیڈا آج بھی کیوبک کی علیحدگی پسند تحریک کو پوری طاقت سے دبا رہا ہے۔ یہ تو ان ملکوں کی مثالیں ہیں جنہوں نے اپنے اجزاء کی علیحدگی کی کوششوں کو طاقت سے روکا۔ مگر روس تو حال ہی میں کمیونسٹ بلاک کی آزاد اور خود مختار ریاستوں کو زبردستی طاقت سے مجبور کر چکا ہے کہ وہ بلاک سے وابستہ رہیں۔ اس کے بعد کسی کا کیا منہ ہے کہ وہ پاکستان پر اعتراض کرے؟ کونسی ریاست ہے جو یہ کہنے کے لیے تیار ہے کہ اُس کے ملک میں اگر علیحدگی کے لیے مسلح تحریک کھڑی ہو تو وہ اسے گوارا کرے گی اور علیحدگی کو قبول کرے گی؟ کیا ہندوستان اس کے لیے تیار ہے؟ انگلستان تیار ہے یا امریکہ، فرانس اور روس یا اور کوئی ملک اس کے لیے تیار ہے؟

۱۰۔ بنگالی نیشنلسٹ یہ شور مچا رہے ہیں کہ مغربی پاکستان نے مشرقی پاکستان کو لوٹ ڈالا ہے اس لیے مشرقی پاکستان علیحدگی کی کوشش میں حق بجانب ہے۔ اس معاملے میں صحیح صورتِ حال میں مختصراً بیان کرتا ہوں۔

ہندوستان کا سب سے پہلا علاقہ جو انگریزوں کے قبضے میں آیا وہ بنگال تھا۔ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی جنگ کے بعد اس علاقہ پر انگریزوں کے قبضے کی ابتدا ہوئی اور ۱۷۶۵ء میں اس کی دیوانی (سول گورنمنٹ) باقاعدہ ان کے تسلط میں آگئی۔ اس وقت سے بنگال میں انگریزوں نے مسلمانوں کو ہر طریقے سے تباہ و برباد کرنے اور کچلنے کی مسلسل کوشش شروع کر دی اور اس کام میں ہندو ان کے دستِ راست اور مددگار رہے۔ ایک صدی کے اندر اندر اس علاقہ میں مسلمانوں کی جو حالت ہو گئی اسے ڈاکٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے اپنی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں بیان کیا ہے جو ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ شخص بنگال میں سالہا سال تک انگریزی حکومت کا اعلیٰ افسر رہا ہے اور براہِ راست وہاں کے حالات سے واقف تھا۔ اس نے اپنی کتاب کے

آخری باب میں بتایا ہے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے مسلمان صدیوں سے بنگال کے حکمران چلے آ رہے تھے۔ حکومت کا پورا نظم و نسق مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا۔ بڑے بڑے تعلیمی ادارے وہ چلا رہے تھے۔ تعلیمی اخراجات کے لیے بڑی بڑی جائدادیں وقف تھیں اس کے بعد انگریزوں نے باقاعدہ مسلمانوں کو دبانے اور ان کے مقابلے میں ہندوؤں کو آگے بڑھانے کی جو کوششیں کیں ان کے نتائج ایک صدی کے اندر اندر ہنٹر کے الفاظ میں یہ برآمد ہوئے:

"زندگی کے ہر شعبے اور ہر معزز پیشے کے دروازے مسلمانوں کے لیے بند کر دیئے گئے۔ تعلیم کا ایسا نظام رائج کیا گیا کہ مسلمان اگر اُسے قبول کریں تو نامسلمان بنیں اور اگر قبول نہ کریں تو بھوکے مریں۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے اوقاف پر حکومت نے قبضہ کر لیا اور ان کے تعلیمی ادارے بند کر دیئے۔ بڑے بڑے خاندان جو مسلمانوں کی حکومت کے زمانے میں اُمراء اور رؤسا اور اشراف تھے ان کے افراد کے لیے سر چھپانے تک کی جگہ باقی نہ رہی اور ان کی اولاد کے لیے چپراسی اور خدام کے سوا اور کوئی منصب باقی نہ تھا۔"

"جن زمینوں کے مسلمان مالک تھے ان پر پہلے ہندوؤں کو مالگذاری وصول کرنے والے افسروں کی حیثیت سے مقرر کر دیا گیا اور پھر انہی کو زمیندار بنا دیا گیا۔ یُوں اپنی ہی زمینوں کے سابق مسلمان مالک ہندوؤں کے کاشت کار بن کر رہ گئے۔"

اس کے بعد ہنٹر نے تفصیل کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں کی خوشحالی جن ذرائع پر قائم تھی وہ یہ تھے:

۱۔ فوجی ملازمت جس کے اندر مسلمان بہت غالب تعداد میں تھے۔

۲۔ سول نظم و نسق جو زیادہ تر مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا۔

۳۔ مالگذاری کی تحصیل جس کا چارج مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا اور زمینداریاں بھی زیادہ تر مسلمانوں ہی کی تھیں۔

۴۔ عدلیہ کا پورا محکمہ مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا۔

ہنٹر لکھتا ہے کہ اس وقت یہ بات شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی تھی کہ کوئی مسلمان غریب یا ان پڑھ ہو لیکن انگریزی حکومت کے سو سال بعد ۱۸۷۰ء میں ہنٹر یہ پوزیشن بیان کرتا ہے کہ فوج سے مسلمان بالکل خارج کر دیئے گئے۔ مال گذاری کی تحصیل مسلمانوں کے ہاتھ سے لے کر ہندوؤں کے ہاتھ میں دے

دی گئی۔ اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے آخر کار انہی ہندوؤں کو زمینوں پر مالکانہ حقوق دے دیئے گئے۔ عدلیہ اور سول سروس سے رفتہ رفتہ مسلمانوں کو بالکل بے دخل کر کے ہندوؤں کو ان کی جگہ لایا گیا۔ اور تعلیم کے میدان میں روز بروز مسلمانوں کو پیچھے پھینکتے پھینکتے آخر کار ان کو بالکل ہٹا دیا گیا۔ ان پر نئی بنگلہ زبان مسلط کی گئی جو ان کی اپنی زبان سے مختلف تھی۔ ہندو استاد ان پر مسلط کیے گئے اور اونچی تعلیم کے دروازے عملاً ان پر بند کر دیئے گئے۔

ہنٹر اعداد و شمار کی زبان میں بتاتا ہے کہ ۱۸۶۹ - ۱۸۷۱ء کے درمیان صرف دو سال کے اندر جتنا بڑا فرق واقع ہوا وہ یہ ہے:

— درجہ اول کی اونچی ملازمتوں میں مسلمانوں کا تناسب ہندوؤں کے مقابلے میں ایک اور دس سے گر کر ایک اور تین پر آگیا۔ درجہ دوم کی ملازمتوں میں یہ تناسب ۲ مسلمان اور ۹ ہندو سے گر کر ایک مسلمان اور ۱۰ ہندو پر آگیا۔ درجہ سوم کی ملازمتوں میں ۴ مسلمان اور ۲۷ ہندوؤں سے گر کر ۲ مسلمان اور ۲۴ ہندو ہو گیا۔

— ملازمتوں کے لیے امیدوار منتخب کیے جانے والوں میں ۲ مسلمان بمقابلہ ۲۸ ہندو سے گر کر تناسب صفر مسلمان پر آگیا۔

— انجینئرز میں ۱۴ ہندو اور صفر مسلمان۔ سب انجینئرز اور سپروائزرز (P.W.D) میں ایک مسلمان اور ۲۴ ہندو۔

— اکاؤنٹس میں ۵۰ ہندو اور مسلمان صفر۔

— اپر سب آرڈی نیٹ ڈیپارٹمنٹ میں ۲۲ ہندو اور صفر مسلمان۔

—————— پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ میں ۱۹ ہندو اور صفر مسلمان اور اس کی ماتحت ملازمتوں میں ۱۲۵ ہندو اور ۴ مسلمان۔

ایک ہندو مؤرخ رام گوپال اپنی کتاب انڈین مسلمز، اے پولیٹیکل ہسٹری میں بیان کرتا ہے کہ:

۱۸۷۰ء میں جن لوگوں نے گریجویٹس اور پوسٹ گریجویٹس میں ڈگریاں حاصل کیں ان میں ۳۱۵۵ ہندو تھے اور ۵۷ مسلمان۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم میں کتنا پیچھے پھینکا گیا تھا۔

اوپر کی اس تصویر سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تقسیم سے ۸۰ سال پہلے ہی انگریزوں نے مسلمانوں

کا کچومر نکال دیا تھا اور ہندو ان پر مسلط کر دیے تھے مسلمان دو آقاؤں کے نیچے پس رہا تھا۔ اوپر انگریز، ان کے نیچے ہندو اور سب سے نیچے مسلمان۔ درآنحالیکہ بنگال میں آبادی کی اکثریت مسلمانوں کی تھی اور اسی اکثریت کی وجہ سے بنگال آخرکار پاکستان میں شامل ہوا۔

تقسیم ملک کے وقت مشرقی پاکستان کی معیشت، تعلیم اور ملازمتوں کے میدان میں کیا حالت تھی، ذیل کے بیان سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:

حکومت کے نظم ونسق کو لیجیے تقسیم کے وقت سرکاری ملازمین کی بہت بھاری اکثریت ہندو تھی۔ انگریزی حکومت میں اوپر کے درجے کی ملازمتوں کو انڈین سول سروس کہا جاتا تھا (جس کا مخفف آئی سی ایس ہے)۔ اس سروس میں تقسیم کے وقت صرف ایک بنگالی مسلمان تھا یہی حال دوسری اعلیٰ سروسوں کا تھا۔ تقسیم کے وقت سرکاری ملازمین کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ چاہیں تو پاکستان کی ملازمت کریں اور چاہیں تو ہندوستان کی۔ چنانچہ اکثر وبیشتر ہندوؤں نے ہندوستان کی ملازمت کو ترجیح دی اور وہ مشرقی پاکستان سے چلے گئے۔ مشرقی پاکستان میں خود بنگالی مسلمانوں کا حصہ سرکاری ملازمتوں میں برائے نام تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پچاس فیصد سول اور فوجداری عدالتیں بند ہو گئیں کیونکہ انہیں چلانے والا کوئی نہ تھا۔ اعلیٰ درجہ کی ملازمتوں میں بنگالی بمنزلہ صفر تھے تقسیم کے بعد ہندوستان کے جن مسلمان سرکاری ملازمین نے پاکستان کی ملازمت کو ترجیح دی۔ انہوں نے آکر اس خلا کو بھرا اور ان کی بدولت مشرقی پاکستان کا نظم ونسق بحال ہوا۔ مگر چونکہ وہ اُردو بولنے والے تھے اس لیے ان سب کو مغربی پاکستانی سمجھ لیا گیا۔ بعد میں رفتہ رفتہ ملازمتوں کے اندر مشرقی پاکستانیوں کو ترقی دی گئی، یہاں تک کہ آج وہاں کا پورا نظم ونسق مشرقی پاکستانیوں کے ہاتھ میں ہے۔ مغربی پاکستانی یا غیر بنگالی مسلمان یہاں کی ملازمتوں میں برائے نام رہ گئے ہیں۔ مرکزی حکومت میں بھی کثرت سے بنگالی آئے ہیں، حالانکہ تقسیم کے وقت یہ تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا کہ بنگالی مسلمان کبھی نئی دہلی میں ان عہدوں پر آسکیں گے۔

تجارت اور بنکنگ میں بھی تقریباً ہندوؤں کا اجارہ تھا۔ ان میں بہت بڑی تعداد تقسیم ملک کے وقت اپنا سرمایہ لے کر ہندوستان منتقل ہو گئی جس سے مشرقی پاکستان کی معیشت یک لخت معطل ہو گئی۔ ہندوستان سے جو مسلمان مہاجر مشرقی پاکستان منتقل ہوئے ان میں چونکہ صنعت پیشہ اور تجارت پیشہ لوگ تھے اس لیے انہوں نے مشرقی پاکستان کی معیشت کو سنبھالا۔

مشرقی پاکستان کی ساری تجارت کلکتہ کے راستے سے ہوتی تھی۔ مشرقی پاکستان کی سب سے بڑی پیداوار جوٹ ہے۔ تقسیم ملک کے وقت یہ سارا جوٹ کلکتے جاتا تھا۔ اس کے تمام کارخانے کلکتے اور مغربی بنگال میں قائم تھے۔ مشرقی پاکستان میں صرف گانٹھیں باندھنے کے چھ کارخانے تھے۔ دوسرے الفاظ میں مشرقی پاکستان میں جوٹ کی انڈسٹری ناپید تھی اور صرف کلکتے اور مغربی بنگال تک محدود تھی۔

ریلوے کے ملازمین بھی زیادہ تر ہندو تھے۔ مشرقی پاکستان میں ریلوے کی دو بڑی ورکشاپیں ہندو ہی چلا رہے تھے۔ یہ ہندو وہاں سے چلے گئے۔ اُدھر ہندوستان کے جن مسلمان ملازمین نے پاکستان میں ملازمت کو ترجیح دی تھی وہ آگئے اور انہوں نے بڑی محنت سے مشرقی پاکستان میں ریل چلائی اور مذکورہ دونوں ورکشاپوں کو سنبھالا۔ مشرقی پاکستان کے بنگالیوں کو سرے سے یہ تربیت ہی نہ ملی تھی کہ وہ ریل چلاتے یا ورکشاپوں کو چلاتے۔

یہی کیفیت مشرقی پاکستان کے دریاؤں میں جہاز رانی کی تھی۔ یہ سارا کام بھی ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے چلے جانے کے بعد ہندوستان سے آنے والے مسلمانوں نے ہی اُسے بھی سنبھالا۔ کلکتہ ہندوستان میں رہ جانے کی وجہ سے حکومتِ پاکستان نے چٹاگانگ کی بندرگاہ کو ترقی دی۔ اور بڑی کوششوں اور بھاری سرمائے سے اسے اس قابل بنایا کہ بیرونی ممالک اور مغربی پاکستان سے تجارتی تعلقات قائم ہوں۔

تقسیم کے بعد ڈھاکے کو مشرقی پاکستان کا دارالحکومت بنایا گیا۔ لیکن چونکہ تقسیم سے پہلے ہندوؤں اور انگریزوں کی ساری توجہ کلکتہ پر تھی اس لیے ڈھاکہ کی کوئی حیثیت نہ تھی اور وہ محض ایک قصبہ تھا۔ تقسیم کے وقت کے ڈھاکے اور آج کے ڈھاکے میں اس سے زیادہ فرق ہے جتنا ۱۹۴۰ء کے ریاض اور آج کے ریاض یا شاہ عبداللہ کے زمانے کے عمّان اور آج کے عمّان میں ہے۔ ڈھاکہ کی ساری ترقی پاکستان بننے کے بعد ہوئی۔ اس وقت کراچی کے بعد پاکستان کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ کوئی شہر ہے تو وہ ڈھاکہ ہے۔ لاہور جیسے قدیم ترقی یافتہ شہر کو بھی وہ پیچھے چھوڑ گیا ہے۔

مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان تقسیم کے وقت کس حالت میں تھے بعض پہلوؤں سے اس کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

—— تقسیم کے وقت مشرقی پاکستان میں عمدہ قسم کی سڑکوں کی کل لمبائی ۲۴۰ میل تھی درآنحالیکہ مغربی پاکستان میں ان کی لمبائی ۵۵۰۳ میل تھی۔

— مشرقی پاکستان میں موٹروں کی تعداد جن میں ٹرک اور بسیں سب شامل ہیں۔ ۸۰۳۴ تھی درآں حالیکہ مغربی پاکستان میں اُس وقت ان کی تعداد ۲۱۰۲۵ تھی۔

— ریلوے لائن مشرقی پاکستان میں ۱۹۱۴ میل تھی اور مغربی پاکستان میں ۵۳۱۶ میل۔

چٹاگانگ کا بندرگاہ تقسیم کے وقت اس حالت میں تھا کہ ۵ لاکھ ٹن سالانہ سے زیادہ مال وہاں اُتارا اور چڑھایا نہ جاتا تھا۔ کیونکہ جیسا کہ پیچھے بتایا جا چکا ہے مشرقی پاکستان کی تجارت ساری کی ساری کلکتے کے راستے سے ہوتی تھی۔ درآنحالیکہ مغربی پاکستان میں کراچی کا بندرگاہ اُس وقت ۲۸ لاکھ ٹن سے زیادہ مال اُتارتا اور چڑھاتا تھا۔

— مشرقی پاکستان میں تقسیم کے وقت مجموعی طور پر جتنی انڈسٹری تھی اُس سے ملک کی دولت میں صرف ۵ کروڑ سالانہ کا اضافہ ہوتا تھا۔ اس کے برعکس مغربی پاکستان میں اس وقت جو انڈسٹری تھی وہ ملک کی مجموعی دولت میں ۲۰ کروڑ سالانہ کا اضافہ کرتی تھی۔

— ۱۹۴۸ء میں مشرقی پاکستان میں صرف ۷۶۶۳ کیلوواٹ بجلی پیدا ہوتی تھی۔ اس کے برعکس مغربی پاکستان میں تقسیم کے وقت ۶۸۸۰۰ کیلوواٹ بجلی پیدا ہوتی تھی۔

ان تفصیلات سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ دونوں صوبوں میں معاشی عدمِ مساوات دراصل انگریز کا ورثہ تھا جو وہ یہاں چھوڑ کر گیا تھا۔ مغربی پاکستانیوں کا اس عدمِ مساوات میں کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ خود انگریزوں نے دونوں بازوؤں کو دو مختلف حالتوں میں چھوڑا تھا۔

ہندوؤں نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ بنگالیوں کے اس غصے کو جو دراصل ان کے خلاف بھڑکنا چاہیے تھا غیر بنگالی مسلمانوں کی طرف پھیر دیا اور ان کے ذہن میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ مغربی پاکستانی اور غیر بنگالی مسلمان تم کو لوٹ رہے ہیں اور تم ان کے محکوم بن کر رہ گئے ہو۔ اس کی وجہ سے قوم پرست بنگالی مسلمانوں اور ہندوؤں کا مجموعی غصہ غیر بنگالی مسلمانوں پر پلٹ پڑا۔ غیر بنگالی مسلمان جو سرمایہ ہندوستان سے لائے تھے اور جس سرمائے سے انہوں نے تجارت و صنعت و حرفت کو مشرقی پاکستان میں ترقی دی تھی اس کے متعلق ان کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ مشرقی پاکستان میں ان کا یہ سرمایہ محفوظ نہیں ہے۔ یہ ایک بہت بڑا سبب ہے جس کی وجہ سے مشرقی پاکستان کی ترقی میں نجی سرمایہ کاری اتنے بڑے پیمانے پر نہیں ہو سکی جس پیمانے پر مغربی پاکستان میں ہوتی رہی ہے کیونکہ مغربی پاکستان میں ہندوستان سے آنے والے مہاجرین کے خلاف ایسا کوئی تعصب نہیں تھا۔ نیز اسی وجہ سے

جب کبھی مشرقی پاکستان میں بدامنی کا خطرہ پیدا ہوتا ہے اور دکانوں اور کارخانوں کو لوٹنے یا زبردستی لوگوں سے روپیہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہاں سے سرمایہ دار اپنا سرمایہ مغربی پاکستان میں منتقل کرنے پر مجبور رہو جاتے ہیں۔

۱۱۔ تقسیم ملک کے وقت مشرقی پاکستان کی جو حالت تھی اس کے بارے میں جو حقائق میں نے بیان کیے ہیں ان کو دیکھ کر اس شکایت پر غور کیجیے کہ مغربی پاکستان نے مشرقی پاکستان کو لوٹ کھایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مشرقی پاکستان کے پاس تھا کیا جسے کوئی لوٹ کھاتا؟ اس کے برعکس ذیل کے اعداد و شمار ملاحظہ کر لیے جائیں۔ اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اب تک مرکز کی آمدنی میں مشرقی پاکستان کا کتنا حصہ رہا ہے اور مغربی پاکستان کا کتنا۔ اور پھر دونوں بازوؤں کے اندر مرکز کی آمدنی کو کس تناسب کے ساتھ تقسیم کیا جاتا رہا ہے۔ اگر مغربی پاکستان ایثار نہیں کر رہا ہے تو مشرقی پاکستان کے پاس یہ پیسہ کہاں سے آ رہا ہے؟ کیا یہ آسمان سے ٹپک رہا ہے؟ یا زمین سے اُبل رہا ہے؟ درحقیقت مشرقی پاکستان کی تمام ترقی مغربی پاکستان کی بدولت ہوئی ہے:

۱۔ تقسیم کے وقت پاکستان کا پہلا بجٹ جو بنا ہے اس میں مرکز کی آمدنی میں مشرقی پاکستان کا حصہ ۱۶-۱۷ فیصد تھا اور اب ۲۳ سال میں ترقی کر کے ۲۵-۲۶ فیصد تک بڑھ آیا ہے۔

۲۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اب بھی مرکز کی آمدنی میں مشرقی پاکستان کا حصہ صرف ۲۵-۲۶ فیصد ہے، باقی مغربی پاکستان سے وصول ہوتا ہے لیکن اعداد و شمار ذیل سے یہ پوزیشن معلوم ہوتی ہے کہ مرکز میں مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان سے وصول کتنا ہوتا ہے اور مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں مرکزی آمدنی کا حصہ تقسیم کس طرح ہوتا ہے۔

۳۔ ۶۱-۱۹۶۰ء سے ۶۹-۱۹۶۸ء تک مرکز کو کل آمدنی ۳۰۲۲ کروڑ نو لاکھ روپیہ ہوئی جس میں مشرقی پاکستان سے ۷۹۰ کروڑ ۲۱ لاکھ وصول ہوئے اور مغربی پاکستان سے ۲۲۲۱ کروڑ ۸۸ لاکھ وصول ہوئے یعنی بحیثیت مجموعی مشرقی پاکستان نے مرکز کو ۲۶،۴ فیصد دیئے اور مغربی پاکستان نے ۷۳،۶ فیصد دیئے۔ لیکن مرکز سے صوبوں کو اس آمدنی سے جو حصہ دیا گیا وہ یہ تھا:

مشرقی پاکستان کو	۳۶۷ کروڑ ۸ لاکھ
مغربی پاکستان کو	۳۹۰ کروڑ ۳ لاکھ

یعنی مشرقی پاکستان کو ۴۸ء۷۰ فیصد اور مغربی پاکستان کو ۵۱ء۳ فیصد دیا گیا۔

۳۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸-۴۹ء میں مرکزی حکومت نے صوبوں کو ترقیاتی شعبے میں مدد دینے کا آغاز کیا اور ۱۹۵۰-۱۹۵۱ء میں غیر ترقیاتی شعبوں میں مدد دینے کا آغاز کیا۔

(۱)۔ غیر ترقیاتی شعبے: ۱۹۷۰-۷۱ تک یہ امداد بحیثیت مجموعی مشرقی پاکستان کو ۷۲ کروڑ ۶۸ لاکھ روپیہ دی گئی اور مغربی پاکستان کو ۶۴ کروڑ ۶۹ لاکھ۔

(۲)۔ ترقیاتی شعبے: ۱۹۷۰-۷۱ تک مجموعی طور پر مشرقی پاکستان کو ۱۷۳۵ کروڑ ۱۷ لاکھ روپیہ دیا گیا اور مغربی پاکستان کو ۱۴۵۶ کروڑ ۵۸ لاکھ روپیہ دیا گیا۔

۴۔ بیرونی زرمبادلہ کی کمائی: ۱۹۷۰ء تک مشرقی پاکستان نے بیرونی ممالک میں مال برآمد کرکے ۲۳۸۴ کروڑ ۴۰ لاکھ روپیہ زرمبادلہ کمایا۔ اور مغربی پاکستان نے اس دوران میں ۱۹۸۶ کروڑ ۶۰ لاکھ۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ مشرقی پاکستان خام مال برآمد کرتا رہا کیونکہ وہاں مصنوعات بہت کم تھیں مغربی پاکستان نے اس کے برعکس خام مال کم برآمد کیا اور اپنے خام مال کو یہاں مصنوعات پیدا کرنے اور کارخانے لگانے میں استعمال کیا۔ اسی ذریعہ سے مثلاً کپڑا، جوتے وغیرہ مغربی پاکستان میں بننے لگے، نیز غلّہ بیرونی ممالک کو برآمد کرنے کے بجائے مشرقی پاکستان کو بھیجا جانے لگا۔

اس فرق کو اس طرح بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۰ء تک مشرقی پاکستان نے مغربی پاکستان سے ۱۰۶۸ کروڑ ۴۷ لاکھ روپے کا مال درآمد کیا۔ اس کے برعکس مغربی پاکستان نے مشرقی پاکستان سے ۶۱۵ کروڑ ۷۹ لاکھ روپے کا سامان درآمد کیا۔ اگر یہ مال مغربی پاکستان سے نہ جاتا تو مشرقی پاکستان اپنی زرمبادلہ کی آمدنی کا بڑا حصہ بیرونی ممالک سے اپنی ضروریات خریدنے میں صرف کر دیتا۔

بیرونی زرمبادلہ کی کمائی میں ایک بڑا حصہ ان لوگوں کا بھی ہے جو بیرونی ممالک میں ملازمتوں اور خدمات کے ذریعہ زرمبادلہ کماتے ہیں اور پاکستان بھیجتے ہیں۔

۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۹ء تک مشرقی پاکستانیوں نے مرکزی حکومت کو ۴۷ کروڑ ۸ لاکھ زرمبادلہ کما کر دیا۔ اور مغربی پاکستانیوں نے ۱۱۰ کروڑ ۹۴ لاکھ۔ گویا اس میں مشرقی پاکستانیوں کا حصہ ۳۰ فیصد اور مغربی پاکستانیوں کا ۷۰ فیصد ہے۔

اگر ان تمام ذرائع کو جن سے بیرونی زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے جمع کر لیا جائے تو مشرقی پاکستان

کا حصہ ۴۷ فیصد اور مغربی پاکستان کا حصہ ۵۳ فی صد بنتا ہے۔

۱۲۔ مجھے یہ بات معلوم کر کے بہت افسوس ہوا ہے کہ عرب ممالک میں عرب قوم پرست اور بائیں بازو کے عناصر بھی پاکستان کے خلاف اس پروپیگنڈے میں دلچسپی لے رہے ہیں جو شیخ مجیب کے حامی ہندوستانی سفارت خانوں کی ترغیب سے کر رہے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو میں ان لوگوں سے کہوں گا کہ کیا آپ لوگ ہم سے اس بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ ہم نے مسئلہ فلسطین میں اسرائیل کے خلاف ہمیشہ آپ کی تائید و حمایت کی اور آپ کی بھرپور مدد کی۔ یہ رویہ تو وہ شخص اختیار کرتا ہے جسے دنیا کے اندر اپنے لیے حامیوں کی کوئی ضرورت نہ ہو اور جسے اس امر کی کوئی پروا نہ ہو کہ اگر کسی وقت اس پر مصیبت ٹوٹ پڑے تو اس کی امداد کے لیے کوئی اٹھتا ہے یا نہیں۔ کیا آپ کے اخلاق میں بھلائی کا بدلہ برائی ہے؟ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

ابوالاعلیٰ

COME LET US CHANGE THIS WORLD

کم لٹ اس چینج دس ورلڈ

انگریزی زبان کی یہ مختصر پاکٹ سائز خوبصورت کتاب، دورِ حاضر میں اسلامی انقلاب کے داعی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریروں سے جستہ جستہ اقتباسات پر مشتمل ہے۔ ان کے مطالعہ سے اسلامی انقلاب برپا کرنے کی راہ روشن ہوتی چلی جاتی ہے۔

انتخاب، ترتیب و ترجمہ : کوکب صدیقی

صفحات ۱۱۸ - قیمت ۲ روپے ۷۵ پیسے

ملنے کا پتہ : ادارہ معارف اسلامی ۱۶۳/C-۱۰ - منصورہ - کراچی ۳۸

حضرت معاویہؓ اور خلافت و ملوکیت

البلاغ کے خصوصی نمبر پر تبصرہ

(ملک غلام علی صاحب)

(۴)

پچھلے ترجمان میں سب و شتم کے مسئلے پر ضروری حد تک بحث کی جا چکی ہے۔ اب اس کے بعد مال غنیمت کا مسئلہ آتا ہے۔ اس پر بحث کرنے سے پہلے یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ دونوں مرتبہ اس بحث پر "مالِ غنیمت میں خیانت" کا جو ذیلی عنوان البلاغ میں لگایا گیا ہے، یہ عنوان اور اس کے الفاظ مدیر البلاغ کے اپنے تجویز کردہ ہیں۔ مولانا مودودی نے اپنی عبارت پر کوئی عنوان درج نہیں کیا تھا، نہ اپنی عبارت میں کہیں خیانت کا لفظ استعمال کیا تھا۔ میں نے اپنی بحث میں "تقسیمِ غنائم" کا عنوان دیا تھا۔ مدیر البلاغ نے خود یہ لفظ استعمال کر کے اگر لوگوں کو مشتعل کرنا چاہا ہے تو یہ اُن کے کرنے کا کام نہ تھا۔ دوسرے لوگ یہ خدمت ان سے زیادہ اچھی طرح انجام دے رہے تھے۔

فرسودہ اعتراض کا اعادہ عجیب بات ہے کہ یہاں بھی جناب محمد تقی صاحب نے میرے اصل اعتراضات و دلائل کا جواب دینے کے بجائے پھر وہی لِنفسہٖ اور لبیت المال کی بحث چھیڑ دی ہے۔ مولانا مودودی نے پانچ کتابوں کے حوالے سے یہ بات لکھی تھی کہ حضرت معاویہؓ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے چاندی سونا ان کے لیے الگ نکال لیا جائے اور باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ اب جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا "خلافت و ملوکیت" میں بالعموم ایک سے زائد کتابوں کا حوالہ دیتے ہوئے ہر جگہ مختلف عبارتوں کا ایک مشترک مفہوم درج کر دیا گیا ہے۔ یہاں بھی یہی صورت تھی کہ پانچ کتابوں میں سے چار میں وہی بات لکھی گئی تھی جو خلافت و ملوکیت میں ہے اور ان چاروں میں لَہٗ کے الفاظ تھے۔ اس لیے اکثریت کے قول کو دیکھا